مجلس عاملہ اور امارت کے فرائض کی باہمی تقسیم۔

جماعت کا مالی نظام دنیا کا بہترین نظام ہے جو دیانت وامانت پر قائم ہے جس کی حفاظت نہایت ضروی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ ستمبر ۱۹۹۱ء بمقام بیت النور۔ نن سپلیٹ (ہالینڈ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

گزشتہ تین خطبات جمعہ میں میں نے بعض ایسی تکلیف دہ باتوں کا ذکر کیا تھا جو نظام جماعت کے عدم احترام سے پیدا ہوتی ہیں۔ تقویٰ کی کمی سے یا علم کی کمی کے نتیجہ میں یا عام عقل کی کمی کے نتیجہ میں چھوٹی چھوٹی باتیں فتنوں کا رنگ اختیار کر جاتی ہیں اور نظام جماعت کے لئے خطرہ بن جاتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ نظام خلافت کے تابع ہر ایسے فتنے کو اٹھنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جاتا ہے ورنہ اگر نظام خلافت نہ ہوتا تو اب تک یہ جماعت خدا جانے کتنے ٹکڑوں میں بکھر چکی ہوتی۔ لیکن اصل حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ فتنے اٹھنے سے پہلے ہی ان کے احتمالات کو ختم کیا جائے۔ اسی غرض سے میں نے خطبات کا یہ سلسلہ شروع کیا تا کہ احباب جماعت کو خوب اچھی طرح علم ہو کہ کون کون سی غلطیاں کیا کیا بدنتائج پیدا کرتی ہیں اور وہ فتنے کو آغاز ہی میں دیکھ کر پہچان سکیں۔ جب مرض پہچانی جائے اور اس کا شعور پیدا ہو جائے تو اس پر قابو پانا کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ آغاز ہی میں مرض کی شناخت ہونی ضروری ہے اور جن کو مرض کی شناخت نہ ہو مرض اکثر اوقات ان کے اختیار سے باہر نکل جاتی ہے۔

آج کے خطبہ میں بھی عام روزمرہ کی چند چھوٹی چھوٹی باتیں آپ کے سامنے رکھوں گا جن پر اگر توجہ نہ دی جائے تو اس کے بسا اوقات بہت خطرناک نتائج نکلتے ہیں۔

عام طور پر مجلس عاملہ میں جو امیر کے تابع ہو یا صدر کے تابع ہو ماحول کی نگرانی اس رنگ میں نہیں کی جاتی کہ بدمزہ باتیں، بدخلقی کی باتیں برداشت کر لی جاتی ہیں حالانکہ وہی فتنوں کا آغاز ہے جس مجلس عاملہ میں باہمی محبت کا رنگ نہیں، اخوت کا رنگ نہیں، تقویٰ کے ساتھ بات کرنے کی عادت نہیں وہ ایسی سرزمین ہے جہاں فتنے ہمیشہ پرورش پا سکتے ہیں۔ان روزمرہ کی باتوں میں ایک بات ایسی ہے جو سب سے زیادہ خطرناک ہے وہ یہ کہ مجلس عاملہ کے بعض ممبران بسا اوقات ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور بعض دوسرے ممبران آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔اس کا نام گروہ بندی نہیں ہے فطرتاً انسان بعض انسانوں کے زیادہ قریب ہوتا ہے بعض انسانوں سے دور ہوتا ہے۔مزاج کے بہت اختلافات ہیں اس لئے طبعاً چند آدمیوں کا ہم خیال ہونا یا ایک دوسرے سے تعلق میں بڑھتے چلے جانا یہ قابل اعتراض بات نہیں لیکن مجلس عاملہ میں جب معاملات زیر بحث آتے ہیں اس وقت ہم خیال دوستوں کا ہمیشہ اس وجہ سے ایک دوسرے کی تائید کرنا کہ ہم ایک ہی قسم کے لوگ ہیں اور ایک ہی تعلق والا گروہ ہے یہ بہت ہی بڑا فتنہ ہے۔یہ تقویٰ کے خلاف بات ہے اور بہت سے فتنے اسی لاعلمی اور حماقت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔وہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو ایک دوسرے کے تعلق والے ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم ایک دوسرے کی بات کی تائید کریں حالانکہ مجلس عاملہ ہو یا کوئی اور مشورے کی بات ہو خواہ کہیں ہو رہی ہوں وہاں آنحضرت ﷺ نے ہر مشورہ دینے والے کو امین فرمایا ہے اور لفظ امین میں بہت بڑی حکمت کا راز پوشیدہ کر دیا۔پوشیدہ تو اس لئے کہ بعض نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے ورنہ حقیقت میں تو لفظ امین میں بڑا کھلا کھلا پیغام ہے جو بات نظروں سے پوشیدہ رہتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ امین خدا اور رسول ؐ کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں، امانت کی نگہداشت کرنے کے لئے مقرر ہوئے ہیں اور اگر کبھی مشورہ ہو تو مشورہ دینے والے کو ہمیشہ پہلے یہ خیال رکھنا چاہئے کہ میں خدا کی طرف سے امین مقرر ہوا ہوں اور سچائی کی امانت اس کے سپرد ہے عدل کی امانت اس کے سپرد ہے اس میں خیانت نہیں ہونی چاہئے۔پس خواہ کوئی کیسا ہی تعلق والا کیوں نہ ہو۔کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو اگر صدق دل سے انسان یہ سمجھتا ہو کہ اس کی بات میں وزن نہیں

ہے تو اس کی تائید کرنا امانت میں خیانت کرنا ہے۔ بہت بڑا گناہ بن جاتا ہے اور یہ وہ گناہ ہے جس میں عام طور پر لوگ ملوث ہو جاتے ہیں۔ مختلف جماعتی خدمات میں مختلف قسم کی مجالس میں بیٹھنے کا موقعہ ملا ہے اور میرا وسیع تجربہ ہے کہ اچھے بھلے نیک متقی لوگ اخلاص کے ساتھ وقف کرنیوالے وہ بھی لاعلمی یا لاشعوری حالت میں ان باتوں میں ملوث ہونے لگ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ ایک بات مشورے کے لئے آتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جس میں ہلکا سا اشارہ بھی ہوتا ہے آپس میں باتیں کرتے یا کسی اور کے خلاف اس کی بے وقوفی پر ہنسی اڑاتے یا اس کے مشورے کے غلط ہونے کے متعلق اشاروں میں بتاتے ہیں کہ دیکھو جی اس نے ایسی بات کر دی تھی۔ پس وہ ہلکی سی ادا ایسی خطرناک ادا ہے جو ان کے ایمان کو کھا جاتی ہے اور کم سے کم اس موقعہ پر تو ان کے تقویٰ کو کھا جاتی ہے۔ جب مشورہ ہو رہا ہو تو کچھ لوگ اپنی عقل کے مطابق بے وقوفی والی بات بھی کر سکتے ہیں لیکن جب دوسرے کچھ لوگ ان کی طرف حقارت سے دیکھیں اور یہ گویا کہ باتیں کریں کہ ہم جانتے ہیں کیا ہے۔ اس بے وقوف کو کیا پتہ یا اس نے تو ایسی ہی باتیں کرنی تھیں تو اسی وقت امانت ان کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے اور یہ خائن کی حیثیت سے مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مجلس میں جیسا کہ میں نے بیان کیا، مجلس عاملہ ہو یا کوئی اور مشورے کی مجلس ہو ہر ایک کو یہ حق ملنا چاہئے کہ وہ تقویٰ کے ساتھ اپنی بات کرے اور کسی کو یہ حق نہیں ملنا چاہئے کہ وہ اس کی بات کو تحقیر سے دیکھے ہاں اختلاف کی نظر سے دیکھنا ہرگز گناہ نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور بات جو میرے دیکھنے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ بعض دفعہ امیر کی اطاعت اور امیر کے ادب کا یہ غلط مطلب سمجھا جاتا ہے کہ امیر کی ہر بات کی ضرور تائید کرنی ہے۔ اس کے نتیجہ میں بھی بعض دفعہ اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور گروہ بندی ہوتی ہے چونکہ مجھے بہت سے ایسے معاملات میں تفصیل سے جائزہ لینا پڑتا ہے اس لئے جو باتیں میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں یہ حقائق پر مبنی باتیں ہیں کوئی خیالی باتیں نہیں۔ ایک ایسی مجلس عاملہ میرے علم میں ہے جس میں کچھ ممبران نے یہ پیشہ بنایا ہوا تھا کہ امیر کی ہر بات کی تائید کریں اور اس رنگ میں کریں گے کہ گویا یہی امیر کے دوست ہیں اور باقی دشمن ہیں۔ اس میں دو قسم کے خطرات ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر ان کی نیتیں صاف بھی ہوں تو امیر یہ سمجھنے لگے گا کہ یہی میرے دوست ہیں اور باقی میرے دشمن ہیں اور دوسرا ان

کی نیتوں کے فتور کا خطرہ بھی ہے۔بعض لوگ اس طرز عمل سے امیر کو اپنے ہاتھوں میں ڈالنا چاہتے ہیں اور اگر سادہ لوح امیر ہو تو وہ ضرور ان کے ہاتھوں میں کھیلنے لگ جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں بہت بڑا فتنہ پیدا ہوتا ہے۔پھر یہ بات دوسرا گروہ کرتا ہے ان کے دل میں رفتہ رفتہ یہ احساس پیدا ہونے لگ جاتا ہے کہ یہاں پارٹی ہے اور گویا امیر ایک پارٹی کا خودنگران ہے۔ایک پارٹی کے سپرد امیر ہو رہے ہیں۔جرمنی والے خطبہ میں میں نے بیان کیا تھا کہ امیر کوئی پارٹی نہیں ہے وہ ایک ہی پارٹی یعنی خدا کی پارٹی کا نمائندہ ہے لیکن وہ اس صورتحال کو پیش نظر رکھ کر بیان کیا تھا جو میرے سامنے تھی۔ بعض دفعہ اس کے برعکس ممکن ہے۔

جب بھی امیر ایسے خوشامدیوں کی باتوں کے نتیجہ میں تقویٰ کی بات کرنے کی بجائے ان کو اپنا ساتھی سمجھنے لگ جاتا ہے اور ان پر اس وجہ سے انحصار کرنے لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ اس کی تائید کرتے ہیں وہیں اس کی پارٹی بدل گئی یعنی اس کو تو ایسا خدا کی پارٹی کا ہونا چاہئے تھا کہ خلافت اس کی پشت پناہی پر ہوتی لیکن وہ عملاً اس اعلیٰ برکت سے محروم رہ جاتا ہے۔یہ وہ خطرہ ہے جس کو مشورہ کے وقت صرف امیر ہی کو نہیں دوسروں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔جب بھی ایک شخص اس وجہ سے تائید کرے کہ گویا وہ آپ کا ساتھی ہے تو اس ذہین آدمی کے لئے اس کو معلوم کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ایسے شخص کا احترام دل میں کرنا چاہئے نہ کہ بڑھنا چاہئے اور اس کی بروقت سرزنش کے نتیجہ میں اس کی بھی اصلاح ہوسکتی ہے اور جو اس مجلس کے باقی ممبران ہیں ان کے دل میں بھی یہ بات یقین کے ساتھ گڑھ سکتی ہے کہ یہ شخص کسی کا نہیں ہے صرف خدا کا ہے، سچی بات کا ہے اور کسی گروہ کی تائید اس لئے نہیں کرتا کہ وہ گروہ اس کی تائید کرتا ہے۔

پس ہر بات میں اگر تقویٰ پیش نظر ہے تو کسی دوسرے جھگڑے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ایک دفعہ یہاں عقل کے متعلق ایک غیر مسلم نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ آپ کے نزدیک عقل کی سب سے بڑی تعریف کیا ہے تو میں نے اس کو کہا کہ تم سمجھ تو نہیں سکو گے لیکن میں سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ تقویٰ سے زیادہ کوئی عقل نہیں ہوسکتی۔تقویٰ اور عقل دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ہر شخص کی اپنی عقل ہے، اس عقل میں تو وہ براہ راست اپنی کوشش سے ترقی نہیں کرسکتا لیکن اگر تقویٰ پر قائم ہو جائے تو اس کو ایک ایسا نور ملتا ہے جس کی وجہ سے وہ خدا کے نور سے دیکھنے لگ

جاتا ہے اور اسی کا نام عقل کل ہے۔ بعض دفعہ اپنی مرضی کے خلاف فیصلے کرتا ہے اس لئے کہ اس کو یہ بات دکھائی دے رہی ہوتی ہے کہ میری مرضی اس وقت خدا کی مرضی کے خلاف ہے۔ میری خواہش خدا کے خواہش کے خلاف ہے اور ایسے فیصلوں پر وہ ہمیشہ اپنے نفس کی تمنا پر اپنے رب کی اس خواہش کو ترجیح دیتا ہے جو وہ تصور کرتا ہے، یہ تقویٰ ہے اور اس کے نتیجہ میں عقل روشن ہوتی ہے اور تقویٰ کے ساتھ فیصلے کرنے والا کبھی پارٹی بازی کا شکار ہو ہی نہیں سکتا کبھی ایک کی تائید کرے گا کبھی دوسرے کی تائید کرے گا۔ تائید کی خاطر نہیں بلکہ بات کی خاطر۔ آنحضورﷺ نے اس موقعہ سے تعلق رکھنے والی نصیحت فرمائی کہ الحکمة ضالة المومن (ترمذی کتاب العلم حدیث نمبر:۲۶۱۱) کہ حکمت کی بات تو مومن کی گمشدہ اونٹنی ہے وہ اس کا مالک ہے۔ اگر دشمن سے بھی آئے تو وہ اسے لے لے گا۔ کبھی یہ تو نہیں ہوا کہ کسی کی کار چوری ہو جائے تو وہ کہے کہ بڑے کمینے دشمن کے پاس سے نکلی ہے میں نہیں لوں گا۔ جتنی بڑی دشمنی ہوا تنا ہی وہ جلدی اس کو لینے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھیں مومن کے ساتھ کیسا حکمت کا رشتہ باندھ دیا کہ کسی صورت میں بھی مومن حکمت سے الگ نہیں ہوسکتا۔ پس اگر ایسے لوگوں کی طرف سے حکمت کی بات امیر کو ملے جن کے بارہ میں وہ عمومی طور پر یہ سمجھتا ہے کہ میری تائید نہیں کرتے تو اسے دونوں ہاتھوں سے قبول کرے اور جو غلط تائید کرتے ہیں ان کی سرزنش کرے کہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو یہ اچھی بات ہے اس کے نتیجہ میں اگر خدا نخواستہ فتنے کا کوئی فتور پیدا ہو بھی رہا تھا تو وہ زائل ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ ایک ایسی بات ہے جس کا مال سے تعلق ہے جماعت احمدیہ میں بعض فتنے اس وجہ سے بھی پیدا ہوتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کے اخراجات کے طریق پر خوش نہیں ہوتے جن کے سپرد جماعت کی امانت ہوتی ہے۔ امیر کے خرچ کے طریق ہے یا دوسرے کا خرچ کا طریق ہے اور خرچ کے معاملہ میں اکثر لوگوں کو یہ علم بھی نہیں کہ خرچ کیسے ہونا چاہئے اور نظام جماعت کس کو کیا اختیار دیتا ہے۔ اگر یہ علم ہو تو اس کے نتیجہ میں فتنہ پیدا ہونے کی بجائے بروقت ایک غلط بات کی اطلاع صحیح آدمی کو پہنچ سکتی ہے مجالس عاملہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک وہ مجلس عاملہ ہے جو امیر کے تابع ہے اور جماعت میں امیر ایک ایسا لفظ ہے جسے ہر دوسرے منتخب عہدے سے برتری حاصل ہے۔ امیر سے مراد یہ ہے کہ خلیفہ وقت نے اپنے جو اختیارات دوسروں کو تفویض کئے ہیں امارت کے عہدے کو

ایسے اختیارات سب سے زیادہ تفویض کئے ہیں جو نظام جماعت میں خلافت کی طرف سے ہمیشہ تفویض کئے جاتے ہیں ۔مختلف عہدیدار ہیں سیکرٹری مال کو بھی اختیار تفویض ہوئے ہوئے ہیں ۔ سیکرٹری تبلیغ کو بھی ہیں،ایک جماعت کے صدر کو بھی ہیں لیکن سب سے زیادہ اختیارات امیر کو ہیں کیونکہ امیر خلیفہ وقت کا براہ راست نمائندہ ہوتا ہے ۔انتخاب مشورے کی خاطر کیا جاتا ہے مگر اس کو ڈیموکریٹک انتخابات سے تعلق نہیں ہے ۔ڈیموکریٹک انتخاب میں جو یہ روح ہے کہ عوام کی رائے معلوم ہو جائے اس حد تک یہ ڈیموکریٹک ہے مگر عوام کے لئے بہتر کیا ہے؟ یہ فیصلہ بعض دفعہ عوام کی رائے سے نہیں بلکہ خلیفہ وقت کی موقعہ شناسی سے ہوتا ہے اور بہت کم ایسا موقعہ آتا ہے مگر بعض دفعہ وہ سمجھتا ہے کہ ایک شخص نے اپنی چالاکی کی وجہ سے اور اپنے جتھے کی وجہ سے زیادہ ووٹ حاصل کر لئے ہیں ۔اگر اس انتخاب کو منظور کر لیا گیا تو جماعت میں چالاکیاں دکھاوے اور جتھہ بندی کی روح کو تقویت ملے گی ۔کیونکہ وہ اس دنیا میں خدا کا نمائندہ ہے اور براہ راست نہیں مگر رسول کی وساطت سے اس لئے وہ اس وجہ سے فیصلے کر رہا ہوتا ہے اور چونکہ جماعت کا اس کے ساتھ تعلق کسی صدر یا امیر کی معرفت نہیں ہوتا بلکہ ہر فرد بشر کا براہ راست تعلق ہے اس لئے وہ اس کے فیصلے کو ہمیشہ ترجیح دیتی ہے اور ایک ذرہ بھی پرواہ نہیں کرتی کہ ان کی رائے کے مطابق انتخاب کیوں نہیں کیا گیا۔یہ حفاظت کا وہ دہرا نظام ہے جو خدا کے فضل سے صرف جماعت احمدیہ کو دنیا میں نصیب ہے دنیا کی کسی اور ڈیموکریسی کسی اور نظام کو دہری حفاظت کا یہ نظام میسر نہیں ۔

بہر حال اس طریق کار پر جو امارت ہے اس کو سب سے زیادہ اختیارات خلیفہ وقت کی طرف سے تفویض کئے جاتے ہیں اور اس کے بعد صدارت ہے جس عہدیدار کو صدر کہتے ہیں اس کو بھی نمائندگی کے اختیارات ہیں لیکن نسبتاً کم ۔وہ کیا کیا ہیں، کہاں کہاں فرق ہے۔مجلس عاملہ کا ان سے کیا تعلق ہے؟ یہ ساری باتیں ایسی ہیں جن کو جماعت احمدیہ کے سامنے خوب کھول کھول کر بیان کرنا چاہئے کیونکہ دنیا کے ۱۲۶ ملکوں میں جماعت نافذ ہو چکی ہے ۔وہاں کے خدانخواستہ نظر سے اوجھل پیدا ہونے والے اختلافات فتنوں کا رنگ اختیار کر سکتے ہیں چونکہ اب یہ ممکن ہو گیا ہے کہ خلیفہ وقت کے خطبات کو فوری طور پر تمام دنیا میں جماعتوں تک پہنچایا جائے اس لئے یہی وہ واحد ذریعہ ہے جس کے ذریعہ ہم جماعتی نظام سے ساری جماعت کو روشناس کرا سکتے ہیں اور رفتہ رفتہ ان کے دل

میں اس نظام کا ادب جاگزیں کرسکتے ہیں۔

بہر حال اس سلسلہ میں میں بتانا چاہتا ہوں کہ مجلس عاملہ کے اور امیر کے اختیارات میں فرق ہے اور ان دونوں کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ اس کے بعد جہاں موقعہ ملے گا اس سلسلے میں بعض دوسری ضروری باتیں بھی بیان کروں گا جن کا فتنوں کے احتمالات سے تعلق ہے۔

امیر کو روزمرہ کے جماعتی کاموں کو چلانے کے مکمل اختیارات ہیں اور یہ انتظامی اختیارات ہیں مجلس عاملہ کو انتظامی اختیارات بحیثیت مجلس عاملہ کوئی نہیں ہیں۔ یہ تمام اختیارات یا امیر کو ہیں یا سیکرٹریان مجلس عاملہ کو ہیں جو اپنے اپنے شعبہ میں انتظامی اختیارات رکھتے ہیں۔ مجلس عاملہ کی حیثیت ایک تو یہ ہے کہ ان سب پر مشتمل ہے لیکن اجتماعی حیثیت سے وہ منتظمہ نہیں ہے بلکہ مشیر ہے۔ آپس میں مل کر بیٹھ کر غور کرنے کے لئے ایک مجلس ہے لیکن بعض باتوں میں ان کو ایسے اختیارات ہیں جو امیر کو نہیں ہیں مثلاً اموال سے متعلق مجلس عاملہ کی مرضی کے بغیر امیر خود جماعت کے سامنے مجلس کے سامنے کوئی بجٹ پیش نہیں کرسکتا۔ یہ مجلس عاملہ کا حق ہے کہ بجٹ پر غور کرے اور اس کے مالہ و ماعلیہ، (Pros and cons) اس کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے ایک ایسا بجٹ بنائے جسے وہ شوریٰ میں پیش کرے گی۔ امیر اپنے طور پر یہ بجٹ نہیں بنا سکتا۔ مالی معاملات میں امیر کے اختیارات یہاں ختم ہوجاتے ہیں۔

اگلی بات یہ ہے کہ مجلس عاملہ کے مشوروں کے بعد ملک کی مجلس شوریٰ جو بجٹ منظور کرتی ہے اسے آخری فیصلہ قرار دینے سے پہلے مرکز سے اس کی منظوری حاصل کرنا ضروری ہے کسی مجلس شوریٰ کا فیصلہ آخری فیصلہ نہیں بنتا جب تک مرکز سلسلہ سے اس کی منظوری حاصل نہ ہو جائے۔ جب منظوری حاصل ہوجاتی ہے تو طبعاً امیر کے اختیارات اس معاملے میں بالکل کالعدم ہوجاتے ہیں کیونکہ امیر اپنے افسر بالا کے فیصلوں کو تبدیل نہیں کرسکتا۔ مجلس شوریٰ کے جو فیصلے خلیفہ وقت سے منظور شدہ ہوں یا وکیل اعلیٰ کی طرف سے منظور شدہ ہوں ان میں امیر خود پابند ہے اس لئے یہ خیال کر لینا کہ امیر کو گویا ڈکٹیٹر شپ کے اختیارات ہیں بالکل غلط اور بودی بات ہے۔ جب امیر شوریٰ کے منظور شدہ فیصلوں کا پابند ہوجاتا ہے اور منظور شدہ بجٹ کا پابند ہوجاتا ہے تو اس کو ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ منظور شدہ بجٹ سے باہر جا کر خرچ کرے اور بہت سی جگہ ایسی غلطیاں ہوتی ہیں اور ہورہی ہیں۔ بجٹ کا

احترام جماعت میں پیدا کرنا بڑا ضروری ہے کیونکہ اللہ کے فضل کے ساتھ دنیا میں سب سے زیادہ قابل اعتماد طوعی مالی نظام جماعت احمدیہ کا نظام ہے۔ یہ جو لوگ ایک آواز پر لاکھوں کروڑوں فدا کرتے ہیں اس کا ان کے دل کے اخلاص سے بھی تعلق ہے اور اس یقین سے بھی تعلق ہے کہ اس راہ میں ہم جو ایک ایک پیسہ دیتے ہیں اس پر وہ خدا کی طرف سے امین مقرر ہیں۔ انہیں کوئی بھی گارنٹی نہیں ہوتی اور یہی وہ روح ہے جس کی حفاظت کرنا بے حد ضروری ہے اسی لئے مالی نظام میں امیر کو کم اختیارات تفویض کئے گئے ہیں کیونکہ امیر کا ان باتوں میں ملوث نہ ہونا خود اس کے احترام اور تقدس کے لئے ضروری ہے لیکن امراء بعض دفعہ اس وجہ سے کہ ان کو بہت احترام دیا جاتا ہے، ان کے متعلق بار بار کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارے اوپر خلیفہ وقت کی طرف سے نگران مقرر ہیں ان کی اطاعت ہی نہ کرو، ادب کرو، احترام کرو، پیار کا تعلق رکھو۔ اس وجہ سے بعض سادہ لوح لوگ سمجھتے ہیں کہ امیر اگر نظام جماعت کی حدوں سے بھی گزر رہا ہو اور ان اختیارات کو بھی اپنے ہاتھ میں لے رہا ہو جو اس کو دیئے نہیں گئے تو اس بارہ میں خاموشی اس کا ادب ہے، خاموشی اختیار کرنا ہی اس کی اطاعت کی روح ہے، یہ بالکل غلط ہے اور نہایت لغو بات ہے عقل سے اور تقویٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ تقویٰ کا تقاضا ہے کہ بالا ہستی کی اطاعت کی خاطر ماتحت ہستی کی اطاعت کی جاتی ہے۔ تقویٰ کا پہلا سبق قرآن کریم نے ہمیں اس رنگ میں دیا تھا کہ خدا کی اطاعت کی خاطر ساری مخلوق کو آدمؑ کے سامنے جھکنا ہوگا اور وہ شیطان جس نے کہا کہ میں بہتر ہوں اس نے اس بہت ہی بنیادی حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ اطاعت صرف خدا کی ہے اور خدا کی اطاعت کے نیچے جس صاحب کو امیر بنایا گیا اس کی اطاعت عملاً خدا کی اطاعت ہے اور اس سے روگردانی سرکشی ہے۔

پس بالا افسر کی اطاعت ہر جگہ ہر فیصلے کے وقت فیصلہ کن امر ہے۔ اسی سے روشنی حاصل کرنی چاہئے۔ اگر امیر کسی موقعہ پر اپنے بالا افسر سے باغیانہ رویہ اختیار کرتا ہے اس کی اطاعت سے باہر نکلتا ہے تو وہیں جماعت اس کی اطاعت سے باہر نکل جائے گی۔ اس کی وفا امیر سے نہیں ہے بلکہ امیر سے بالا افسر سے ہے۔ اس کی وفا خلیفہ سے نہیں ہے بلکہ خلیفہ سے بالا افسر نبی سے اور خدا سے ہے تو ان معنوں میں کسی جگہ بھی کوئی صاحب امر ڈکٹیٹر نہیں بن سکتا اور ہر ایک کی اطاعت خدا کی خاطر جاتی ہے۔ اسی لئے بیعت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں معروف امر میں آپ کی اطاعت کروں گا۔

خلیفۃ المسیح سے یہ عہد نہیں ہے کہ میں ہر بات میں آپ کی اطاعت کروں گا، جو بھی نیک کام آپ مجھے بتائیں گے انہی میں آپ کی اطاعت کروں گا۔ جو معروف فیصلہ ہوگا اس میں آپ کی اطاعت کروں گا۔ پس نیک کام اور معروف فیصلے سے مراد یہ ہے کہ شریعت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے جتنے احکامات ہیں ان میں میں تابع فرمان رہوں گا اور ان سے باہر کی اطاعت کا سوال ہی نہیں۔ وہ اطاعت شیطانی بن جائے گی اس لئے امارت کے ساتھ بھی آپ کا تعلق اسی مضمون کے تابع ہے۔ اگر کہیں کوئی امیر اپنے مالی اختیارات کو نظر انداز کرتے ہوئے ان سے تجاوز کرتا ہے تو مجلس عاملہ کا فرض ہے بلا تاخیر اس کے متعلق خلیفہ وقت کو یا دوسرے کو جو بھی اوپر مقرر ہے اس کو مطلع کرے اور اس بارہ میں واضح قوانین ہیں کہ کہاں تک ان معاملات میں فوری تعاون کرنا ہے اور کہاں نہیں کرنا۔ مثلاً پیسے نکلوانے کے لئے ایک امیر کے ساتھ سیکرٹری مال کے دستخط بھی ضروری ہیں یا بعض دفعہ جماعت کے دو اور عہدیداران کے دستخط کروائے جاتے ہیں اور ساری دنیا میں یہی نظام مقرر ہے کہ سلسلے کے اموال پر کوئی شخص اکیلا اس طرح نہیں بیٹھے گا کہ جب چاہے جو چیز نکلوالے بلکہ خواہ کتنا ہی بڑا اس کا مقام ہو اس کے ساتھ کسی اور کو دستخط کرنے ہوں گے۔ ہر ایسے مقام پر جہاں واضح طور پر مرکزی ہدایت کے خلاف روپیہ نکلوایا جارہا ہے وہاں ساتھ کے دستخط کرنے والا بھی ذمہ دار ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو امین بنایا گیا ہے اور اسی لئے اس کے دستخط ساتھ رکھے گئے ہیں تا کہ اس کو علم ہو کہ کون سی بات ہو رہی ہے اور اگر وہ خلاف قانون ہو رہی ہے تو وہ اس میں روک بن جائے۔

ایسی صورت میں اب تک کی جو میری ہدایت تھی وہ یہ تھی کہ سیکرٹری مال اگر امیر کو واضح طور پر خلاف قاعدہ رقم نکلواتے ہوئے دیکھے تو دستخط کرنے سے پہلے احتجاج کرے۔ اگر پھر بھی وہ حکم دے تو پھر دستخط کر دے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ میں مزید احتیاط کی ضرورت ہے ایسی صورت میں جو دو مشیر ہیں ان کا کام ہے کہ انکار کریں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ واضح طور پر خلاف قاعدہ حرکت ہے اس لئے ہم دستخط نہیں کریں گے۔ آپ ہماری شکایت اوپر کریں اور ہم بھی اس معاملہ کو اوپر بھیجتے ہیں اور فوری طور پر اس مسئلے کا حل ہو سکتا ہے۔ آج کل ٹیلی فونز کے ذریعہ رابطے اتنے فوری ہو چکے ہیں کہ دنیا کے کسی کونے سے بھی بلا تاخیر رابطہ ہو سکتا ہے اور اس قسم کی باتیں شاذ کے طور پر ممکن ہیں۔ اس لئے کوئی ایسی وجہ ہی نہیں ہے کہ اس کے نتیجہ میں بڑا فساد کھڑا ہو لیکن انکار کرنے کے وقت بھی ادب کا

پہلو اور احترام کا پہلو لازمی ہے اور ایسا شخص جو امیر کے ساتھ دستخط کرنے پر مقرر کیا گیا ہے اگر انکار کرتا ہے تو بڑی بھاری ذمہ داری کو قبول کرتا ہے۔ شک کی بناء پر اس کو انکار کا حق نہیں ہے۔ وہ واضح طور پر جہاں خلاف ورزی دیکھتا ہے وہاں جب انکار کرتا ہے تو پوری ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ اس کو یقین ہونا چاہئے کہ میرا یہ انکار درست ہے۔

اس میں اور بہت سے پہلو ہیں جن کو نظر انداز کیا جا رہا ہے مثلاً ایک بجٹ سفر خرچ کا مقرر ہوا ہے ایک بجٹ مہمان نوازی کا ہے۔ ایک کسی اور چیز کا بجٹ ہے۔ خرچ تو امیر نے کرنا ہے یا امیر کے تابع جو انتظامیہ ہے اس نے کرنا ہے کیونکہ بحیثیت منتظم ہر شخص کو کچھ نہ کچھ خرچ اپنے دائرہ کار میں کرنے ہوتے ہیں لیکن ان میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ رقمیں جو مقرر کر دی گئی ہیں ان سے وہ تجاوز کریں لیکن ہوتا یہ ہے کہ اگر سفر خرچ کی مد پر غیر معمولی خرچ ہو رہا ہے تو کسی اور مد سے اس مد کے نام پر لیکن سفر خرچ کے لئے رقم خرچ کی جاتی ہے۔ اس معاملہ میں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی اور کو علم نہ ہو۔ جس بجٹ سے خرچ ہو رہا ہوتا ہے اس کو محاسب دیکھتا ہے نظام جماعت کا آڈیٹر ہے وہ اس کو دیکھتا ہے اور یہ نظام اسی لئے مقرر کئے گئے ہیں کہ وہ بروقت مرکز کو مطلع کریں کہ کون سے اخراجات اپنے موقع اور محل کے مطابق درست ہیں۔ بسا اوقات جب میں تحقیق کرواتا ہوں تو رپورٹ آجاتی ہے کہ جی! سب کچھ ٹھیک ہے کوئی غلطی نہیں لیکن میرے دل میں چونکہ ایک قسم کا دھڑکا سا لگ جاتا ہے کہ صورتحال درست نہیں ہے۔ پھر میں تفصیل سے یہ رپورٹ منگواتا ہوں بعض دفعہ امراء کو کہتا ہوں کہ مجھے اپنے فلاں فلاں اخراجات کے سارے بل بھجوائیں۔ وقت تو میرا لگے گا لیکن مجبوری ہے اب جب تک میرے دل کو اطمینان نہ ہو جائے کہ مالی معاملات میں سب کچھ ٹھیک ہے اس وقت تک میں مزید آپ کو اجازت نہیں دے سکتا۔ جب بل منگواتا ہوں تو اس وقت بات سمجھ آتی ہے کہ سفر خرچ پر اگر ایک لاکھ روپیہ خرچ ہونا چاہئے تھا تو پانچ لاکھ ہو گیا ہے لیکن وہ چار لاکھ سفر خرچ کی مد میں نہیں لیا گیا بلکہ فلاں مد میں سے اور فلاں مد میں سے اور فلاں مد میں سے وہ بل ادھر منتقل کر دیئے گئے۔ یہ ناجائز ہے اور جب پوچھا گیا تو یہ بتایا گیا کہ جی! مجموعی بجٹ میں تو گنجائش تھی۔ ہم نے وہاں سے لے کر خرچ کر دیا۔

اس کے متعلق دو باتیں جماعت کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرنی چاہئیں۔ مجلس عاملہ کو

اختیار ہے کسی عہدیدار کو نہیں کہ بجٹ کے اندر رہتے ہوئے ایک مد سے دوسری مد میں روپیہ منتقل کرے۔ لیکن مجلس عاملہ کو بھی اختیار نہیں کہ ایک مد کا خرچ بغیر مرکز کو بتائے کسی اور مد میں ڈال دے۔ یہ بددیانتی ہے اور یہاں سے آگے پھر بہت قسم کے فتنوں کے رستے کھل جاتے ہیں۔ اگر سفر خرچ کی مد ختم ہوگئی ہے تو سفر خرچ کی مد کو بڑھانا چاہئے۔ سفر خرچ کے بل دوسری مد میں نہیں جائیں گے اور عملاً یہ جو خاموشی کے ساتھ بات کر دی جاتی ہے وہ یہ ہوتی ہے بجائے اس کے کہ مجلس عاملہ بیٹھے اور یہ فیصلہ کرے کہ سفر خرچ کی مد کو ایک لاکھ کی بجائے ہم پانچ لاکھ کرتے ہیں اور زائد چار لاکھ روپیہ فلاں فلاں مد سے کاٹ کر ادھر منتقل کرتے ہیں، جو ایک جائز بات ہے۔ اس کی بجائے سفر خرچ کی مد ایک لاکھ کی ایک لاکھ رہتی ہے اور بل سفر خرچ کے دوسری مدوں میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ سفر خرچ کی مثال میں صرف ایک مثال کے طور پر دے رہا ہوں لیکن ہر مد سے اسی قسم کی باتیں ہیں یعنی اپنے آپ کو برابر کرنے کی خاطر ایک دن امیر صاحب اور ان کے ساتھی مل کر بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی! یہ جو زائد خرچ ہے اس کو اب کس طرح ٹھیک کرنا ہے (اور پھر یہ طے ہوتا ہے کہ) اچھا جی! اس کو فلاں فلاں مد میں ڈالتے چلے جاؤ یہ سراسر بددیانتی ہے۔ بددیانتی سے مراد یہ نہیں ہوا کرتی کہ اپنی جیب میں ڈالا گیا ہے۔ امانت کی خیانت ہے، یہ سلسلے نے بعض قوانین کے تابع ان کو اخراجات کی اجازت دی تھی۔ ان قوانین کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اور مرکز کو دھوکہ دیا جا رہا ہے کہ آپ کے قوانین کے تابع خرچ ہو رہے ہیں۔ پس مجلس عاملہ کے ہر ممبر کو اس بات پر نگران رہنا چاہئے کہ بحیثیت مجلس عاملہ جو اختیارات ہیں ان کے اوپر کوئی اور چھاپہ نہ مار سکے۔ ان اختیارات کو ناجائز طور پر کوئی اپنے قبضے میں نہ کرے۔

ایک اختیار جو مجلس عاملہ کو بھی نہیں ہے وہ یہ ہے کہ مجموعی بجٹ کو از خود بڑھا دے۔ مثلاً مجموعی بجٹ اگر دس لاکھ گلڈرز ہے تو دس لاکھ گلڈرز کے اندر مدات میں کہیں پچاس ہزار، کہیں دس ہزار مختلف مدات ہیں جن میں وہ روپیہ تقسیم ہوا ہے۔ مجلس عاملہ کی طرف سے اندرونی تبدیلیاں کی جاسکتی ہیں انفرادی طور پر نہیں لیکن دس لاکھ گلڈرز کو گیارہ لاکھ بنانے کا ان کو کوئی اختیار نہیں اس کے لئے لازمی مرکز سے پوچھنا ہوگا کہ آیا دوران سال ہم بجٹ کو بڑھا سکتے ہیں یا نہیں اور ان امور میں بھی بعض دفعہ بغیر مرکز کی اجازت کے تجاوز کر جاتے ہیں۔

پھر بار ہا یہ سمجھایا گیا ہے کہ اگر آپ کا بجٹ ختم ہونے والا ہے اور آپ کو ضرورت ہے تو پیشتر اس سے کہ آپ کو ضرورت پیش آ جائے اور بجٹ ختم ہو چکا ہو آپ مجلس عاملہ کی میٹنگ بلایا کریں اور اس میں Approval لیا کریں لیکن اس کی بجائے سال کے آخر پر جب ہم سب حساب منگواتے ہیں تو پتہ لگتا ہے کہ جی! فلاں مد میں مجبوری پیش آ گئی تھی۔ فلاں میں مجبوری پیش آ گئی تھی اس کا اتنا منظور کیا جائے اتنا منظور کیا جائے۔ بعض دفعہ تو نظر انداز کرنا پڑا ہے کیونکہ ابھی پوری تربیت نہیں ہوئی لیکن آج اس خطبہ کے بعد اب میں یہ بات کھول دیتا ہوں کہ بہت دفعہ میں ایسی غلطیوں کو نظر انداز کر چکا ہوں۔ آئندہ نہیں کی جائیں گی کیونکہ نظام جماعت میں سے مال کے نظام کی حفاظت نہایت ضروری ہے آئندہ سینکڑوں سال کا اس کے ساتھ تعلق ہے۔ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جس رنگ میں قربانیاں پیش کرتی ہے وہ بے مثل ہیں ان کا دنیا میں کسی اور نظام کسی اور جماعت میں عشر عشیر بھی دکھائی نہیں دیتا اس مقدس نظام کی حفاظت ضروری ہے اور اس کی حفاظت کے سلسلہ میں اخراجات کی حفاظت بڑی ضروری ہے۔ اگر جماعت کو کامل یقین رہے کہ اخراجات کی پوری طرح نگرانی ہو رہی ہے اور قوانین سے سر مو بھی انحراف نہیں ہو رہا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو خدا تعالیٰ نے اتنا بڑا حوصلہ عطا فرما دیا ہے اور دین کی راہ میں خرچ کرنے کا ایسا چسکا ڈال دیا ہے کہ پھر سلسلہ کے خزانے کبھی بھی ختم نہیں ہو سکیں گے ہر ضرورت جس طرح پوری ہو رہی ہے آئندہ بھی ضرور پوری ہوگی لیکن جہاں ہمارے لئے تم میں فتور آئے گا وہاں یہ سب برکتیں جاتی رہیں گی۔ پس مالی امور میں چھوٹی سے چھوٹی باتوں میں بھی اپنے ہاتھ میں قانون کو لینا گناہ سمجھنا چاہئے اور یہ بھی خیال کرنا چاہئے کہ دیانتداری کی تعریف میں صرف یہ بات بھی داخل ہے کہ **روپیہ دین کا ہے دین پر خرچ کرو حالانکہ دیانتداری کی تعریف میں یہ بات داخل ہے کہ جس بات کے تم مجاز ہو وہی کرو۔** جس بات کے مجاز نہیں ہو وہ نہ کرو۔ یہاں اگر ہم نے دیانت کی حفاظت کی تو ذاتی اخراجات کا سوال ہی باقی نہیں رہے گا۔ وہ بد دیانتی جو دین کے مال کو اپنے اوپر خرچ کرنے پر منتج ہوتی ہے اس کا آغاز اسی قسم کی بد دیانتیوں سے ہوا کرتا ہے۔ ایک جگہ بے احتیاطی کی، دوسری جگہ بے احتیاطی کی۔ رفتہ رفتہ اس بے احتیاطی نے جرأت دلا دی۔ حیاء کم کر دی اور پھر سلسلے کے اخراجات ذات پر بھی ہونے لگتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے واقعات جماعت احمدیہ میں بہت شاذ کے طور پر ہیں اور جہاں بھی

ہوئے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ کا روپیہ واپس ہوا لیکن یہ تو بہت بعید کی بات ہے۔ میں آپ کو روزمرہ کی باتوں میں تاکید کر رہا ہوں اور نظام جماعت سمجھا رہا ہوں۔ مجلس عاملہ کے اختیارات ہیں بجٹ کے اندر تبدیلی پیدا کرنا اور پھر اس کے متعلق منظوری لینا۔ بجٹ کے باہر تبدیلی کا کوئی اختیار نہیں۔ مرکز کو درخواست کی جاسکتی ہے اور بجٹ کے اندر رہتے ہوئے خرچ کرنا امیر کی ذمہ داری ہے اور جہاں وہ تجاوز کرتا ہے وہاں دستخط کرنے والے کو ہاتھ روک لینے چاہئیں۔ اس کا اب فرض ہے کہ وہ امیر سے کہے کہ تم نے افسر بالا کی نافرمانی کی ہے اس لئے میں اس نافرمانی میں تمہارا شریک نہیں بنوں گا۔ مرکز سے اجازت لو اور پھر مجھے مطلع کرو، پھر میں دستخط کروں گا۔ اب اگر سختی سے اس بات کو نافذ کیا گیا تو انشاء اللہ آئندہ جو ہلکا سا رجحان پیدا ہو رہا ہے اس کا ہمیشہ کے لئے قلع قمع ہو جائے گا۔

مجالس عاملہ کے تعلقات میں ایک بات یہ یاد رکھنی چاہئے کہ امیر کو بعض اوقات مجلس کے فیصلوں کو ویٹو کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور وہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ سمجھتا ہے کہ مجلس عاملہ کا یہ فیصلہ جماعت کی اعلیٰ اغراض کے منافی ہے اور جماعت کے لئے بعض خطرات پیدا کر سکتا ہے۔ اس صورت میں امیر کو یہ اختیار ہے کہ وہ ویٹو کر دے لیکن امیر کا فرض ہے کہ ویٹو کرنے کے بعد ۱۵ دن کے اندر اندر مرکز کو اس ویٹو کے حق کی وجوہات سے مطلع کرے۔ ایسی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں کہ امیر نے فیصلہ کیا ویٹو کر دیا اور بارہا ویٹو کیا اور مرکز کو مطلع نہیں کیا اور جماعت کو بھی مطلع نہ کیا کہ جماعت کے کیا حقوق ہیں اور اگر امیر ان حقوق سے متعلق ایک بالا حق کو استعمال کرتے ہوئے ان کو منسوخ کرتا ہے تو جماعت کو کیا حق ہے؟ جماعت کو کیا کرنا چاہئے۔ جماعت کی یہ عدم تربیت ہے اس کے نتیجہ میں ماضی میں بہت بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے ہیں۔ خاص طور پر افریقہ میں سلسلے کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ ہوتا یہ تھا کہ مرکز سے ایک تربیت یافتہ آدمی تربیت یافتہ ان معنوں میں کہ جو قوانین کو خوب سمجھتا ہے وہاں مقرر ہوا اور امیر بنا دیا گیا۔ نئے لوگ جو احمدیت میں داخل ہوئے اخلاص تو ان میں تھا لیکن نظام جماعت سے واقفیت نہیں تھی۔ ان کو امیر نے یہ نہیں بتایا کہ تمہارے کیا حقوق ہیں۔ ان کو یہ بتایا کہ میرے کیا حقوق ہیں۔ جب بھی انہوں نے امیر کے فیصلے کے خلاف احتجاج کیا یا تو اسے یہ کہہ کر سختی سے دبا دیا کہ تم کون ہوتے ہو امیر کے خلاف بات کرنے والے یا ان کے متعلق

مرکز کو رپورٹیں بھیجنا شروع کیں کہ فلاں موقعہ پر فلاں شخص نے یہ کہا،فلاں وقت پر یہ کہا۔فلاں وقت پر یہ کہا۔اگر چہ وہ دب گیا ہے لیکن اس میں فتنہ پردازی کی بو پائی جاتی ہے اور بعض بہت اچھے اچھے کارکن اس طرح خدمت سے محروم رہ گئے اور کسی موقعہ پر ان کو یہ نہیں بتایا کہ اگر چہ مجھے حق ہے کہ تمہارے فیصلہ کے اوپر ویٹو کروں لیکن تمہیں بھی حق ہے اور تم میں سے ہر ایک کا حق ہے کہ میرے ہر فیصلہ کے خلاف جس سے تمہیں اختلاف ہو خلیفہ وقت کو چٹھی لکھو اور اس کا طریق یہ ہے کہ براہ راست لکھو تو مجھے اس کی نقل بھیجو لیکن بہتر طریق یہ ہے جس کو ہم رواج دیتے ہیں کہ جس کے خلاف شکایت ہے اس کی معرفت خط لکھو اور نقل براہ راست بھیج دو تا کہ یہ وہم نہ رہے کہ کوئی عہدیدار اپنے خلاف شکایت کے اوپر بیٹھ رہا ہے۔یہ اگر بتایا جاتا تو جن فتنوں کی میں بات کر رہا ہوں ان میں سے ایک بھی فتنہ پیدا نہ ہوتا۔

ایک لمبے عرصہ تک بے چاری جماعتوں کو اس دھوکا میں رکھا گیا کہ امارت کے نظام سے مراد یہ ہے کہ امیر سیاہ وسفید کا کلیۃً مالک بن چکا ہے اور اس کے خلاف اگر کوئی شکایت پیدا ہو رہی ہے۔دل میں کوئی لغزش پیدا ہو رہی ہے تو سوائے صبر کے اس کے حل کا کوئی رستہ نہیں ہے اور ہر آدمی سے صبر نہیں ہوتا۔وہ پھر رستہ نہ پا کر نئے رستے بناتے ہیں۔اپنے ماحول میں اپنے دوستوں میں باتیں کرتے ہیں ان کو بددل کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ جماعت کا اخلاص گرنے لگتا ہے اور ایک بددلی سی پیدا ہو جاتی ہے اور جب یہ بات بہت بڑھ جائے تو پھر فتنے کا ایک آتش فشان پھٹ پڑتا ہے۔

بعض ممالک میں بہت بھاری نقصان پہنچا ہے۔میں سوچتا ہوں کہ اگر مثلاً ۲۰۔۲۵ سال پہلے یہ نقصان نہ پہنچا ہوتا تو آج جماعت دس گنا زیادہ طاقتور ہوتی۔بہت بڑے بڑے طاقتور لوگ جو ویسے ہی مخلص تھے وہ ہاتھ سے نکل گئے اور مخلص ہونے کا ان کا ثبوت یہ ہے کہ مدتیں ہو گئی ہیں اس فتنے کو پیدا ہوئے اور ان کو الگ ہوئے لیکن آج تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پورا احترام ہے۔تمام دعاوی کو تسلیم کرتے ہیں اور کھلم کھلا مجالس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا اعلان کرتے ہیں۔اگر دل میں اخلاص نہ ہوتا تو اتنی دیر کے بعد یہ کیسے باقی رہ سکتا تھا جو فتنے دل کی کجی سے پیدا ہوتے ہیں وہ ایمان کو ضرور کھا جاتے ہیں۔جو فتنے لاعلمی سے پیدا ہوتے ہیں نقصان انکا بھی ہوتا ہے لیکن ایمان بچ جایا کرتا ہے اور ایسے لوگوں کو بالآخر اللہ تعالیٰ بچا لیتا ہے تو جو شخص لوگوں کی لاعلمی

کی وجہ سے ان کے ایمان سے کھیلنے لگ جائے اور جماعتی مفاد کے لئے خطرہ بن جائے وہ امارت کا اہل ہی نہیں ہے۔

اس لئے امراء کو بھی اس بات کی نگرانی رکھنی چاہئے کہ تمام جماعت کو ان کے حقوق سے مطلع رکھیں اگر وہ دیکھیں کہ ان کی کسی بات سے کسی کو رنجش پہنچتی ہے تو اسے محبت کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ دور کرنے کی کوشش کریں۔اور اگر اصول کا معاملہ ہو اور وہ اس معاملہ میں فیصلہ بدلنے کے مجاز نہ ہوں تو پھر ان کو سمجھائیں کہ دیکھو تمہیں بھی اختیار ہے چٹھی لکھو میں تمہیں پتے بتاتا ہوں کہ کس کو چٹھی لکھنی چاہئے۔میرے خلاف شکایت لکھو اور کھل کر لکھو کہ میں نے کیا غلطی کی ہے۔پھر تمہیں آپ ہی مرکز سمجھا دے گا کہ کیا اصل بات تھی۔تو نظام جماعت میں تو کوئی رخنہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا اگر تقویٰ سے کام لیا جائے لیکن روح تقویٰ کی ہی ہے جو کام کرتی ہے۔مجلس میں بھی کوئی بات تکلیف نہیں دیتی اگر وہ تقویٰ پر مبنی ہو اور متقیوں کا اختلاف ہمیشہ رحمت بنتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے اس مضمون کو ایک ہی فقرہ میں بڑی خوبصورتی سے بیان فرما دیا ہے مگر افسوس کہ بعض لوگ اس پر نظر نہیں کرتے۔فرمایا: اختلاف امتی رحمة (حوالہ حدیث) میری امت کا جو اختلاف ہے وہ رحمت ہے اور دوسرے مواقع پر اختلافات کے خلاف بہت سخت ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا۔بعض اختلافات ہیں جو امت محمدیہ کے اختلاف ہیں، یہاں امتی کا جو لفظ ہے اس نے مضمون میں جان ڈالی ہے۔جو میری امت ہو، یہ معنی ہیں کہ جو سچے رنگ میں حقیقی طور پر میری ہو وہ میرے رنگ میں رنگین ہوگی۔ان کے اختلافات تقویٰ پر مبنی ہوں گے اور تقویٰ کے نتیجہ میں جو اختلاف ہے اس سے عقل ترقی کرتی ہے۔اس سے آزادی ضمیر کو تقویت ملتی ہے اور خیالات ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نشوونما پاتے ہیں، ہر قسم کے اندھیرے دور ہوتے ہیں، نئی روشنیاں نصیب ہوتی ہیں اور ترقی کا ایک لامتناہی سلسلہ اس سے پیدا ہوتا ہے اس کا نام رحمت ہے لیکن جو اختلاف تقویٰ سے عاری ہو وہ رحمت کیسے بن سکتا ہے۔یہ تو ہمیشہ ظلم پر مبنی ہوتا ہے اور ظلمات پیدا کرتا ہے اس کے نتیجہ میں اندھیرے پیدا ہوتے ہیں، اضطراب پیدا ہوتے ہیں۔قومیں پھٹ جایا کرتی ہیں۔

تو بات وہیں ختم ہوتی ہے یعنی تقویٰ پر۔تقویٰ سے بات کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اختلاف بھی رحمت بن جاتا ہے اور تقویٰ نہ ہو تو تائید بھی لعنت بن جاتی ہے۔جیسا کہ میں نے بیان

کیا بعض لوگ امیر کی تائید کررہے ہوتے ہیں لیکن تقویٰ کے بغیر اس کے نتیجہ میں مخالف رائے رکھنے والے مجبوراً ایک گروہ بن جاتے ہیں۔ گویا کہ ان کو تحریک کی جاتی ہے کہ تم اکٹھے ہو ورنہ ہم نے بھی فیصلہ کرلیا ہے کہ ہر بات میں غلط ہو یا صحیح ہو امیر کی تائید کر کے اس کا جتھہ بن جائیں گے۔ پس ان معنوں میں امیر کا جتھہ بن سکتا ہے لیکن یہ جتھہ پھر خدا کا جتھہ نہیں ہوگا امراء پر بھی بڑی ذمہ داری ہے وہ ہمیشہ اس بات کے نگران رہیں کہ مشورے میں اللہ کا خوف ہمیشہ دامن گیر رہے اور سچائی کو عظمت دی جائے کسی دوستی اور تعلق کو عظمت نہ دی جائے۔ اس قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں جو آج مجھے کہنی تھیں اور خیال تھا کہ شاید اسی خطبہ میں بات ختم ہو جائے لیکن میرے خطبہ کے مقررہ وقت میں چند منٹ رہ گئے ہیں اور ابھی مضمون باقی ہیں۔ پھر کبھی انشاء اللہ میں اس سلسلہ میں مزید باتیں کروں گا۔

ایک بات آخر پر میں یہ بتانی چاہتا ہوں کہ بعض باتیں ایسی ہیں جن کو بے وجہ امراء مجلس عاملہ میں لا کر اپنی ناسمجھی کی وجہ سے یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے اختلافات کے بیج ڈال دیتے ہیں اور ماحول مکدّر ہونے لگتا ہے۔ مثلاً ایک عہدیدار نے، ایسے مرکزی عہدیدار نے یا علاقائی عہدیدار نے کسی جماعت کا دورہ کرنا ہے جس کے لئے دلوں میں احترام پایا جاتا ہے تو بعض دفعہ مقامی امیر اس کو مجلس عاملہ میں رکھتا ہے کہ اس کو کہاں ٹھہرایا جائے اور اس پر پھر اختلافات شروع ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ہمارے گھر ٹھہرے۔ بعض لوگوں کی خواہش ہوتی ہے ہمارے گھر ٹھہرے۔ بعض کہتے ہیں کہیں بھی نہ ٹھہرے ہوٹل میں انتظام ہو اور اس چھوٹی سی بات پر وہ تکرار شروع ہو جاتی ہے کہ الامان اور الحفیظ۔ بڑے بڑے سمجھدار لوگ نہایت ہی احمقانہ باتیں کررہے ہوتے ہیں حالانکہ یہ ایسی بات ہی نہیں جسے مجلس عاملہ میں رکھ کر فتنے کا موجب بنایا جائے۔ مجلس عاملہ کو اس فیصلہ کا اختیار ہی نہیں ہے کہ آنے والے مہمان کو کہاں ٹھہرائے۔ جس کا مجلس کو اختیار ہی نہیں ہے اس کو اس کا موضوع بنانے کا کیا حق ہے۔ مجلس عاملہ میں ان معنوں میں مشورہ کے لئے بات رکھی جاسکتی ہے کہ آپ مجھے مشورہ دے دیں آنے والے کا فیصلہ ہے کہ جہاں چاہے وہ ٹھہرے گا۔ آپ میں سے جو کسی کے مشورے ہوں گے میں ان تک پہنچا دوں گا لیکن یہ ایسا امر نہیں ہے جس میں مجلس عاملہ فیصلہ کرنے کی مجاز ہے۔ اس کا نظام جماعت میں کہیں بھی کوئی ذکر نہیں ہے کہ مجلس کی ذمہ داریوں میں یہ بھی ہے کہ آنے والے مہمان کے متعلق فیصلہ کرے کہ اس کو کہاں ٹھہرایا

جائے یا کون اس کی مہمان نوازی کرے گا۔ ہاں مہمان نوازی کی حد تک تو امیر کا کام ہے فیصلہ کر سکتا ہے۔ سیکرٹری ضیافت موجود ہے۔ سیکرٹری ضیافت کا کام سیکرٹری ضیافت ہی کرے گا اور امیر اس کو یہ ہدایت کر سکتا ہے کہ بھئی! یہ کام کرو اور یہ نہ کرو لیکن امیر کو یہ بھی اختیار نہیں ہے کہ مرکز کی منظوری کے بغیر سیکرٹری ضیافت کے کام دوسروں کے سپرد کرے۔ اس سے بھی دیکھا گیا ہے کہ فتنے پیدا ہوئے ہیں۔ اچھا ہوا ضمناً اس بات کا ذکر چل پڑا۔ میں یہ بھی سمجھا تا چلوں کہ سیکرٹری ضیافت کا کام اس طرح پر کہ سیکرٹری ضیافت کوئی اور رہو اور اس کا کام کسی اور کے سپرد کر دیا جائے۔ امیر کا یہ فیصلہ ویسا ہی ہوگا جیسا کہ سفر خرچ کے بجٹ میں جو بل پڑنے چاہئیں وہ بل اٹھا کر کسی اور مد میں داخل کر دے۔ مدیں بدلنے کا امیر کو اختیار نہیں ہے اس لئے اگر سیکرٹری ضیافت اس بات کا نااہل ہے کہ امیر کی ہدایات کے تابع وہ ضیافت یعنی مہمان نوازی کا حق ادا کرے تو بروقت امیر کو چاہئے کہ مرکز میں وجوہات لکھ کر اس کی تحقیق کروائے یا مرکز سے فیصلہ لے کر اس کو بدل دینا چاہئے لیکن یہ نہیں ہوگا کہ ایک عہدہ کسی کے پاس رہے اور اس کو اس طرح ذلیل کیا جائے کہ عہدہ تو تمہارے پاس رہے گا کام ہم تم سے نہیں لیں گے، کام کسی اور کے سپرد کر دیں گے۔ اس کے نتیجہ میں بھی بے اطمینانی بڑھتی ہے اور نفرتیں پیدا ہوتی ہیں۔

پس امارت کا کام کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آپ سب لوگ مل کر محبت اور تقویٰ سے امیر کی مدد کریں اور ان باتوں میں اگر امیر غلطی کرتا ہے تو چونکہ میں اب آپ کو تفصیل سے سمجھا رہا ہوں آپ بھی ادب اور احترام سے اس کو سمجھائیں لیکن یاد رکھیں کہ اگر اس کے باوجود امیر اپنے ان اختیارات سے تجاوز کرتا ہے جو اسے ملے ہوئے ہیں اور وہ اختیارات حاصل کرتا ہے جو اسے ملے نہیں تو پھر جماعت اس کی اطاعت سے اس حصہ میں باہر ہے اور اس صورت میں جماعت کا فرض ہے کہ فوری طور پر مرکز سلسلہ کو مطلع کرے کہ یہ صورت پیدا ہو رہی ہے جو بہت خطرناک ہے۔ پھر مرکز کا کام ہے کہ اگر اصلاح طلب معاملہ ہے تو اصلاح کرے ورنہ اس امیر کو ہٹا کر کسی اور کو مقرر کرے۔

ہاں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بعض دفعہ سادگی میں اس بے چارے کو پتہ ہی نہیں کہ کون سا مشورہ کیا حیثیت رکھتا ہے یہ جو پہلو ہے اس کو مزید کھولنے کی ضرورت ہے مجلس عاملہ سے مشورہ لینا منع نہیں ہے۔ اکثر صورتوں میں امیر کو مجلس عاملہ میں باتیں کھولنی چاہئیں اور وہاں سے مشورہ حاصل کرنا چاہئے لیکن مجلس عاملہ کو فیصلے کا اختیار نہیں ہے اس معاملہ میں اس لئے جہاں فیصلے کا اختیار نہیں

ہے وہاں امیر کو وہ پابند نہیں کر سکتی کہ تم نے چونکہ ہم سے مشورہ لیا تھا اس لئے اب اس جگہ ٹھہراؤ جہاں ہم سمجھتے ہیں ہماری اکثریت سمجھتی ہے۔اس کا اکثریت کے ساتھ کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔جو مشورے ہیں امیر سن کر متعلقہ متوقع مہمان کو لکھ دے کہ یہ یہ آراء آئی تھیں۔آپ نے ٹھہرنا ہے،آپ کی مرضی ہے جہاں چاہیں ٹھہریں لیکن ان باتوں کو ملحوظ رکھ لیں۔اگر ایسا ہو تو خدا کے فضل سے کسی جگہ بھی کوئی بدمزگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ مجھے یاد ہے کہ وقف جدید یا خدام الاحمدیہ یا انصار اللہ کے دوروں کے وقت کئی دفعہ میرے ساتھ بھی ایسا ہوا کرتا تھا۔ بعد میں لوگ آتے تھے کہ جی! ہم نے تو کہا تھا کہ وہاں ٹھہرائیں لیکن انہوں نے یوں کیا۔میں نے کہا کہ تم نے کہا تھا تو تمہیں اختیار کس نے دیا ہے کہ تم اتنے معتبر بن جاؤ کہ ضرور تمہاری مرضی چلے۔نہیں ٹھہرایا تو کیا فرق پڑتا ہے۔مجھے تکلیف ہوئی ہے۔ تمہیں کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔میں نے خوشی سے قبول کر لیا بات ختم ہوئی۔اب تمہیں کوئی حق نہیں کہ لوگوں کے کان بھرو یا میرے کان آ کر بھرو کہ جناب ہم نے تو آپ کے لئے اچھی جگہ تجویز کی تھی۔یہ ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے جان کر آپ کو خراب کرنے کے لئے فلاں جگہ رکھی ہے۔یہ چھوٹی چھوٹی کمینی باتیں ہیں۔جماعت بہت بلند مقام کی جماعت ہے۔خدا کی جماعت ہے۔ایسی باتیں کریں جو خدا لگتی ہوں۔ایسی باتیں کہیں جو خدا والوں کو زیب دیتی ہوں۔اپنے مرتبے اور مقام کو پہچانیں اور اس مقام پر رہیں جس کی آپ سے توقع کی جاتی ہے۔پھر انشاء اللہ تعالیٰ کوئی فتنہ آپ کے اندر راہ نہیں پا سکے گا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین